جناب محمد عبدالشہید نعمانی

امام ابوحنیفہؒ کی تابعیّت

(۲)

حافظ زین الدین عراقی کے صاحبزادے حافظ ولی الدین عراقی کا فتوٰی بھی اس کی تائید میں موجود ہے۔ چنانچہ علامہ جلال الدین السیوطی تبییض الصحیفہ میں ناقل ہیں:

ووقفت علی فتیا رفعت الی الشیخ ولی الدین العراقی صورتھا ھل روی ابو حنیفۃ عن احد من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھل یعد ھو فی التابعین ام لا؟ فاجاب بما نصہ الامام ابوحنیفۃ لم یصح لہ روایۃ عن احد من الصحابۃ وقد رای انس بن مالک فمن یکتفی فی التابعی بمجرد رؤیۃ الصحابی یجعلہ تابعیا ومن لایکتفی بذلک لایعدہ تابعیا۔[1]

میں اس فتوٰی پر مطلع ہوا جو شیخ ولی الدین عراقی کی خدمت میں پیش کیا گیا تھا۔ جس میں یہ سوال تھا کہ کیا ابوحنیفہؒ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے کسی سے روایت کی ہے اور کیا وہ تابعین میں شمار کیے جاتے ہیں یا نہیں؟ تو انھوں نے ان الفاظ میں جواب دیا۔ امام ابوحنیفہؒ کی کسی صحابی سے روایت صحیح نہیں ہے، البتہ انھوں نے حضرت انس بن مالکؓ کو دیکھا ہے۔ لہٰذا جو حضرات تابعیت میں مجرد رؤیت صحابی کو کافی سمجھتے ہیں وہ انھیں تابعی ہی قرار دیں گے اور جو اس امر کو کافی نہیں سمجھتے وہ انھیں تابعی نہ شمار کریں گے۔

---

[1] صفحہ ۱۳۱ برحاشیہ الینائع الجنی۔

حافظ ابن حجر عسقلانی تہذیب التہذیب میں امام ابوحنیفہ کے تذکرہ میں لکھتے ہیں :

رأی انساً و روی عن عطاء بن ابی رباح ۔

امام ابوحنیفہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے اور عطاء بن ابی رباح سے روایت کی ہے ۔

نیز اسی سلسلہ میں حافظ ابن حجر کا تفصیلی فتویٰ بھی موجود ہے ۔ چنانچہ علامہ جلال الدین السیوطی تبییض الصحیفہ میں فرماتے ہیں :

و رفع ھذا السوال الی الحافظ ابن حجر فاجاب بمانصہ ادرك الامام ابوحنیفۃ جماعۃ من الصحابۃ لانہ ولد بمكۃ[1] سنۃ ثمانین من الهجرة وبها یومئذ من الصحابۃ عبداللہ بن ابی اوفی فانہ مات بعد ذلك بالاتفاق وبالبصرة یومئذ انس بن مالك ومات سنۃ تسعین او بعدھا وقد اورد ابن سعد بسند لا باس بہ ان اباحنیفۃ رأی انساً و كان غیر ھذین فی الصحابۃ بعدۃ من البلاد احیاء وقد جمع بعضهم جزءاً فیما ورد من روایۃ ابی حنیفۃ عن الصحابۃ لكن لا یخلو اسنادہ من ضعف ۔

امام ابوحنیفہؒ کی تابعیت کا سوال حافظ ابن حجر کے سامنے اٹھایا گیا تو انھوں نے مندرجہ ذیل جواب دیا۔ امام ابوحنیفہؒ نے صحابہ کی ایک جماعت کو پایا ہے۔ اس لیے کہ آپ کی کوفہ میں ۸۰ھ میں ولادت ہوئی ہے اور اس وقت وہاں صحابہ میں سے حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰؓ موجود تھے۔ اس لیے کہ بالاتفاق ان کی وفات ۸۰ھ کے بعد ہوئی ہے اور ان دنوں بصرہ میں انس بن مالکؓ موجود تھے اس لیے کہ ان کی وفات ۹۰ھ میں یا اس کے بعد ہوئی ہے۔ اور ابن سعد نے ایسی سند سے جس میں کوئی خرابی نہیں ہے یہ بیان کیا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے حضرت انسؓ کو دیکھا ہے نیز ان دونوں حضرات کے علاوہ اور بھی بہت سے صحابہؓ مختلف شہروں میں بقید حیات موجود تھے۔ اور بعض علماء نے امام ابوحنیفہ کی صحابہ سے روایت کردہ احادیث کے بارے میں مختلف جزء جمع کیے ہیں لیکن ان کی اسناد ضعف سے خالی نہیں ہیں۔

والمعتمد علی ادراك ما تقدم وعلی

امام صاحبؒ کے ادراکِ صحابہ کے باب میں قابلِ اعتماد وہ ام

---

[1] كذا وقع والصحیح بالكوفۃ

بعض الصحابة ما اورده ابن [سعد في] الطبقات فهو بهذا الاعتبار [من طـ]بقة التابعين ولم يثبت ذلك لاحد [من] ائمة الامصار المعاصرين له [كالا]وزاعي بالشام والحمادين بالبصرة [وا]لثوري بالكوفة ومالك بالمدينة [و]مسلم بن خالد الزنجي بمكة و[ا]لليث بن سعد بمصر - والله اعلم -

جو کہ چکا اور بعض صحابہ کی رؤیت کے بارے میں قابلِ اعتماد وہ روایت ہے جس کو ابن سعد نے طبقات میں ذکر کیا ہے لہٰذا اس اعتبار سے امام ابوحنیفہ تابعین کے طبقے میں سے ہیں اور یہ مرتبہ دوسرے شہروں میں بسنے والے آپ کے ہم عصر ائمہ میں سے کسی ایک کو بھی حاصل نہ ہو سکا۔ جیسے امام اوزاعی کو جو شام میں تھے اور حمادین (امام حماد بن سلمہ اور امام حماد بن زید) کو جو بصرہ میں تھے۔ اور امام ثوری کو جو کوفہ میں تھے اور امام مالک کو جو مدینہ میں تھے۔ اور امام مسلم بن خالد زنجی کو جو مکہ میں تھے۔ اور امام لیث بن سعد کو جو مصر میں تھے۔ واللہ اعلم

هذا آخر ما ذكره الحافظ ابن حجر[^5]

حافظ ابن حجر کی عبارت یہاں ختم ہو جاتی ہے۔

اور حافظ ابن حجر عسقلانی کے معاصر حافظ ابن الوزیر الیمانی العواصم والقواصم میں فرماتے ہیں:

وكان الامام ابو حنيفة رحمه الله من اهل اللسان القويمة واللغة الفصيحة ادرك زمان العرب وعاصر جريرا والفرزدق ورأى انس بن مالك خادم رسول الله صلى الله عليه وسلم مرتين رضي الله عنه وقد توفي انس

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اہلِ زبان تھے ان کی زبان درست اور فصیح تھی انھوں نے اہلِ عرب کا زمانہ پایا۔ جریر اور فرزدق کے معاصر رہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم حضرت انس رضی اللہ عنہ کی دو مرتبہ زیارت کی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی وفات ۹۳ھ میں ہوئی ہے۔ ظاہر ہے کہ امام ابوحنیفہؒ

---

[^5]: صفحہ ۱۳۲ برحاشیہ الیانع الجنی

[^6]: التعلیقات علی ذب ذبابات الدراسات صفحہ ۳۲۱ جلد ۲ - وزیر یمانی کی یہ کتاب چار ضخیم جلدوں میں ہے اور اس کا قلمی نسخہ صاحب التعلیقات کے ذاتی کتب خانے میں موجود ہے جس پر یمن کے بہت سے اکابر علماء کی تحریریں ہیں، جن میں امام شوکانی اور ان کے بیٹے احمد شوکانی کی تحریریں بھی شامل ہیں۔

سنة ثلاث وتسعين من الهجرة . والظاهر ان اباحنيفة ما رآه وهو في المهد وانما رآه بعد التمييز .

نے حضرت انسؓ کو گہوارے میں نہیں دیکھا بلکہ ہوش او[ر] تمیز کے بعد دیکھا ہے۔

اور امام یافعی مرآۃ الجنان میں ۱۵۰ھ کے حادثات کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

فيها توفي فقيه العراق الامام ابوحنيفة النعمان بن ثابت الكوفي مولده سنة ثمانين رأى انسًا رضي الله عنه .

۱۵۰ھ میں عراق کے فقیہ امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کوفی کا انتقال ہوا ان کی ولادت ۸۰ھ میں ہوئی۔ انھوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے۔

اور حافظ ابن حجر کے خصوصی شاگرد حافظ سخاوی فتح المغیث میں فرماتے ہیں :

وفي الخمسين ومائة من السنين الامام المقلد احد من عد في التابعين ابوحنيفة النعمان بن ثابت الكوفي قضى اي مات . [1]

اور ۱۵۰ھ میں وہ امام جن کی تقلید کی جاتی ہے اور جو تابعین میں شمار کیے جانے والوں میں سے ایک ہیں ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کوفی نے قضا کی ۔

اور امام قسطلانی بخاری کی شرح میں فرماتے ہیں :

ابن ابي اوفى عبدالله الصحابي ابن الصحابي وهو آخر من مات من الصحابة بالكوفة سنة سبع وثمانين وقد كف بصره وقيل وقد رآه ابوحنيفة وعمره سبع سنين . [2]

ابن ابی اوفیٰ عبداللہؓ جو صحابی ابن صحابی ہیں۔ کوفہ میں وفات پانے والے صحابہ میں یہ سب سے آخیر شخص ہیں جنھوں نے ۸۷ھ میں وفات پائی۔ (اخیر عمر میں) ان کی آنکھیں جاتی رہی تھیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے سات سال کی عمر میں ان کو دیکھا تھا۔

علامہ ابن حجر مکی "الخیرات الحسان" میں امام ذہبی اور حافظ ابن حجر عسقلانی کے مذکورہ بالا اقوال نقل کرنے کے بعد رقمطراز ہیں :

---

[1] صفحہ ۴۷۳ طبع لکھنؤ

[2] ارشاد الساری شرح صحیح البخاری از علامہ قسطلانی باب من لم یر الوضوء الا من المخرجین جلد ۱ صفحہ ۲۱۲ طبع نولکشور لکھنؤ۔

۸

۔۔۔حنیفۃ فھو من اعیان التابعین الذین شملھم قولہ تعالیٰ وَالَّذِیْنَ اتَّبَعُوْھُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ وَ اَعَدَّ لَھُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ تَحْتَھَا الْاَنْھٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْھَآ اَبَدًا ذٰلِکَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ

لہٰذا اس صورت میں امام ابو حنیفہؒ ان اعیان تابعین میں سے ہیں جو اس آیۃ کریمہ کے تحت آتے ہیں۔ "والذین اتبعوھم"

[illegible] امام اعظمؒ کی تابعیت کے اثبات میں ہم نے جن غیر حنفی علماء کے اقوال نقل کیے ہیں یہ وہ حضرات ہیں جو پورے علم حدیث کا دارومدار ہیں اور جو بالاتفاق ائمۂ نقل میں شمار کیے جاتے ہیں۔ ان حضرات کے اقوال خصوصیت سے اس لیے ذکر کیے گئے کہ مخالفین یہ کہہ کر امام صاحبؒ کی تابعیت کو رد نہ کر دیں کہ "علماء اہل نقل" نہیں ہیں۔ کیونکہ عموماً یہ دیکھا گیا ہے کہ یہاں کسی حنفی عالم سے کوئی بات نقل کی گئی تو فوراً یہ کہہ کر اس کی تردید کر دی جاتی ہے کہ یہ حضرات ائمۂ نقل میں سے نہیں ہیں۔ چنانچہ سرآمد علمائے اہل حدیث میاں نذیر حسین صاحب دہلوی نے اپنی کتاب "معیار الحق" میں امام صاحب کی تابعیت کو تسلیم نہ کرنے کے لیے اسی بات کی آڑ لی ہے، اور علامہ طحطاوی حنفی جیسے جلیل القدر حضرات کے بارے میں اسی خیال کا اظہار فرمایا ہے۔ موصوف کے الفاظ یہ ہیں:

"امام ملاقات انسؓ اور عبد اللہ بن جزءؓ کی جو پر قول طحطاوی کا نقل کیا ہے وہ بھی حقیقت میں مجرد از شاہد و بیّنہ ہے اس لیے کہ طحطاوی اور مثل ان کے ائمۂ نقل سے نہیں ہیں اور قول ان کا ایسے دعاوی کو مثبت نہیں ہو سکتا جب تک کہ ائمۂ نقل سے روایت متصل نہ ہو[۱]

طحطاوی وغیرہ من مثلہ کا قول امام صاحب کی تابعیت کی نسبت ثابت نہیں کر سکتا جب تک کہ ائمۂ نقل سے ثبوت نہ پہنچے[۲]

(۲) امام صاحب کی تابعیت کے ثبوت میں ہم نے ابن سعد، دارقطنی، خطیب بغدادی، ابن عبد البر، ذہبی، ابن کثیر، عراقی، ابن حجر وغیرہم کے اقوال نقل کیے ہیں۔ یہ وہ حضرات ہیں جن کا حنفیت سے دور کا تعلق بھی نہیں ہے بلکہ دارقطنی اور خطیب بغدادی کا احناف کے ساتھ جو طرز عمل ہے اس کے بیان کرنے کی

---

[۱] صفحہ ۲۱ طبع مصر [۲] معیار الحق صفحہ، طبع مطبع رحمانی دہلی ۱۳۳۷ھ [۳] معیار الحق صفحہ ۸

حاجت ہی نہیں ہے اس لیے بجا طور پر ان حضرات سے یہ توقع کی جا سکتی ہے کہ انھوں نے امام صاحب کی تعریف میں مبالغہ نہیں کیا ہوگا۔ اور ان کی فضیلت ثابت کرنے کے لیے غلط روایات بیان نہ کی ہوں گی۔

ایک بار پھر غور کیجیے ابن سعد، دارقطنی، ابن عبدالبر، خطیب بغدادی، سمعانی، ذہبی، ابن کثیر، عراقی، ابن حجر عسقلانی، وزیر الیمانی، سخاوی، ان میں سے کوئی ایک شخص بھی ایسا ہے جس کا شمار اپنے عہد کے نامور حفاظ حدیث میں نہ ہو۔ پھر حافظ ابن سعد نے امام صاحب کی متعدد بار حضرت انس رضی اللہ عنہ کی زیارت کرنے کو بسند متصل نقل کیا ہے اور حافظ شمس الدین ذہبی نے قال: صحیح فرما کر اس روایت کی تصحیح پر مہر تصدیق ثبت کی ہے اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے بسند لا باس بہ کہہ کر اس روایت پر سے ہر قسم کے اعتراض کو دفع کر دیا ہے۔

جیسا کہ ابتدا میں تحریر کیا جا چکا ہے، اردو میں امام صاحب کی تابعیت کی تردید سب سے زیادہ شد و مد سے حضرت میاں نذیر حسین صاحب دہلوی نے فرمائی ہے۔ ہمیں اس سلسلے میں "معیار الحق" کے علاوہ ان کی اور کوئی قابل ذکر کتاب نہیں مل سکی۔ تاہم یہ عجیب بات ہے کہ "حسن البیان[1] فی ما فی سیرۃ النعمان" جو مولانا شبلی نعمانی کی سیرۃ النعمان کے جواب میں لکھی گئی ہے اور میاں نذیر حسین صاحب دہلوی کے نامور شاگرد مولانا عبدالعزیز محمدی کی تصنیف ہے، اس میں امام صاحب کی تابعیت کی بحث کو سرے سے چھیڑا ہی نہیں گیا۔ جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ مصنف حسن البیان اس سلسلے میں مولانا شبلی کے دلائل کا لوہا مان گئے، ورنہ جس مسئلہ پر استاذ نے اتنا زور قلم دکھایا ہے ان کی افتاد طبع سے بعید تھا کہ وہ اس پر بغیر کلام کیے گزر جاتے۔

نامناسب نہ ہوگا اگر یہاں جناب میاں صاحب کے بیان کردہ دلائل پر ایک نظر ڈال لی جائے اور ان کا جائزہ لے کر ان کی حیثیت واضح کر دی جائے۔

حضرت میاں صاحب نے تابعیت کے اثبات میں پیش کردہ روایات کو احادیث موضوعہ

---

[1] حسن البیان کا جواب مولانا عبدالحمید صاحب مفتی ریاست ٹونک راجپوتانہ نے "فضائل النعمان" کے نام سے لکھا ہے جو ۱۳۱۴ھ میں مطبع شاہجہانی آگرہ سے طبع ہو کر شائع ہو چکا ہے۔

معافہ اور قصۂ واہیات" قرار دیا ہے[۵۱] اور فرمایا ہے کہ "اکثر ائمہ نقل امام صاحب کے تابعی ہونے کے قائل نہیں"[۵۲] اپنے دعوے کے ثبوت میں حضرت میاں صاحب نے جن ائمہ نقل کے حوالے دیئے ہیں، وہ یہ حضرات ہیں :-

۱- شیخ محمد طاہر حنفی صاحب مجمع البحار ۲- ملا علی قاری

۳- علامہ محمد اکرم حنفی ۴- علامہ سخاوی

۵- علامہ ابن خلکان ۶- امام نووی

مگر تحقیق کا یہ نرالا انداز اختیار کیا ہے کہ ہر مصنف کی وہ عبارت نقل کر دی جس کو اپنے مدعا کے لیے مفید سمجھا اور جو عبارت اپنے مدعا کے خلاف پائی اسے نظر انداز کر دیا۔ یہ بالکل وہی انداز ہے کہ لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ کو لے لیا جائے اور وَاَنْتُمْ سُکَارٰی کو چھوڑ دیا جائے۔ چنانچہ ناظرین کی ضیافت طبع کے لیے میاں صاحب کی اس تحقیق انیق کا نمونہ درج ذیل ہے :-

۱- فرماتے ہیں :

"یہ چاروں صحابی امام کے زمانہ میں موجود تھے لاکن ملاقات امام صاحب کی ان میں سے کسی سے یا روایت کرنی ان سے نزدیک اکثر ائمہ نقل کے ثابت نہیں ہوتی چنانچہ شیخ ابن[۵۳] طاہر حنفی صاحب مجمع البحار جن کی تحقیق سے فن حدیث و اخبار میں علماء خوب

---

۵۱ و ۵۲ معیار الحق صفحہ ۶

۵۳ مولانا عبدالحی لکھنوی فرنگی محلی کی تحقیق کے مطابق یہ "ابن طاہر" نہیں بلکہ خود "محمد طاہر" ہیں۔ چنانچہ "التعلیق المشکور فی رد المذہب المأثور" میں رقمطراز ہیں۔

اس میں تسمیہ میں غلطی ہوئی۔ "ابن طاہر" نہیں خود وہ "طاہر" ہے اور وہی مصنف "قانون الموضوعات" و "مغنی" و "مجمع البحار" ہے۔ شروع "قانون" میں خود لکھتا ہے : اما بعد فیقول افقر عباد اللہ الی الغنی محمد طاہر بن علی الھندی الفتنی الخ۔ اور غلام علی آزاد نے "سبحۃ المرجان فی آثار ہندوستان" میں اور عبدالقادر عیدروس نے "النور السافر فی اخبار القرن العاشر" میں اور عبدالقادر بدایونی نے "منتخب التواریخ" میں بھی ان کا نام "محمد طاہر" لکھا۔ ان کتب کو ملاحظہ فرمائیے۔ اور میں نے ترجمہ ان کا

واقف ہیں "تذکرۃ الموضوعات" میں فرماتے ہیں:

"وکان فی ایام ابی حنیفۃ اربعۃ من الصحابۃ انس بن مالک بالبصرۃ وعبداللہ بن ابی اوفیٰ بالکوفۃ وسھل بن سعد الساعدی بالمدینۃ وابوالطفیل عامر بن واثلۃ بمکۃ ولم یلق واحدا منھم ولا اخذ عنہ واصحابہ یقولون ان لقی جماعۃ من الصحابۃ و روی عنھم ولم یثبت ذلک عند اھل النقل (انتھی کلامہ)

ترجمہ بطریق اختصار کے۔ چاروں صحابی امام کے زمانہ میں موجود تھے لیکن ملاقات امام کی ان میں سے ایک سے بھی ثابت نہیں نزدیک ائمہ نقل کے۔ انتہی [۵]

بیشک یہ عبارت "تذکرۃ الموضوعات" میں "جامع الاصول" کے حوالے سے موجود ہے لیکن اسی صفحہ پر چند سطر پہلے یہ بھی مرقوم ہے:

قال الدارقطنی لم یلق ابو حنیفۃ احدا من الصحابۃ انما رای انسًا بعینہ ولم یسمع منہ۔ [۵]	دارقطنی نے کہا ہے کہ ابوحنیفہؒ نے کسی صحابی سے ملاقات نہیں کی ہے البتہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی بچشم خود زیارت کی ہے لیکن ان سے کوئی حدیث نہیں سنی۔

مزید لطف یہ ہے کہ خود جناب میاں نذیر حسین صاحب نے بھی "معیار الحق" میں آگے چل کر جہاں حضرت عبداللہ بن الحارث بن جزء رضی اللہ عنہ کی روایت کے ثبوت پر کلام کیا ہے "تذکرۃ الموضوعات" کی وہ ساری عبارت جو ان کی روایت سے متعلق ہے بتمامہا نقل کردی مگر دارقطنی کی

"التعلیقات السنیہ علی الفوائد البہیہ فی تراجم الحنفیہ" میں لکھا ہے۔ اُس کو بھی دیکھ لیجیے۔ (صفحہ ۴۲، ۴۳۔ طبع مطبع شوکت اسلام لکھنؤ ۱۳۱۱ھ)

واضح رہے کہ المسمی المشکور مولانا محمد بشیر سہوانی کی کتاب المذہب المأثور کا رد ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے بھی اخبار الاخیار میں ان کا تذکرہ محمد طاہر ہی کے نام سے کیا ہے۔ اسی طرح نواب صدیق حسن خان نے بھی ابجد العلوم میں ان کو محمد طاہر ہی لکھا ہے۔

[۵] معیار الحق صفحہ ۵-۶

[۵] تذکرۃ الموضوعات صفحہ ۱۱۱ طبع منیریہ مصر ۱۳۴۳ھ باب الائمۃ الاربعۃ

اس تصریح کے ذکر سے گریز فرمایا۔ چنانچہ ہم "تذکرۃ الموضوعات" کی پوری عبارت ذیل میں درج کیے دیتے ہیں۔ ناظرین خود ملاحظہ فرمالیں :

"فی الذیل حدثنی عبداللہ بن احمد الشعیثی حدثنا اسمعیل بن محمد حدثنا احمد بن الصلت الحمانی حدثنا محمد بن سماعۃ عن ابی یوسف عن ابی حنیفۃ قال حججت مع ابی ولی ست عشرۃ سنۃ فمررنا بحلقۃ فاذا رجل فقلت من ھذا؟ قالوا عبداللہ ابن الحارث بن جزء فتقدمت الیہ فسمعتہ یقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من تفقہ فی دین اللہ کفاہ اللہ تعالیٰ ھمہ ورزقہ من حیث لا یحتسب۔ فی "المیزان" ھذا اکذب۔ فابن جزء مات بمصر ولابی حنیفۃ ستۃ سنین۔ والآفۃ من الحمانی۔ قال ابن عدی ما رأیت فی الکذابین اقل حیاء منہ۔ قال الدارقطنی کان یضع الحدیث، وقع لنا ھذا الحدیث من وجہ آخر وھو باطل ایضا واخرجہ ابن الجوزی فی الواھیات۔ قال الدارقطنی لم یلق ابوحنیفۃ احدا من الصحابۃ انما رأی انسا بعینہ ولم یسمع منہ"

میاں صاحب نے یہ عبارت معیار الحق میں اخرجہ ابن الجوزی فی الواھیات تک نقل کر کے آگے انتہی کہہ دیا ہے اور خط کشیدہ عبارت جو مدعی کے خلاف تھی حذف کر دی ہے۔[۵۱]

یہی عبارت آگے چل کر حضرت میاں صاحب نے شیخ محمد طاہر مذکور کی دوسری کتاب مجمع البحار سے بھی نقل کی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں :

"اور شیخ ابن طاہر مجمع البحار میں فرماتے ہیں :

وابوحنیفۃ النعمان بن ثابت بن زوطا بن ماہ الامام الکوفی مولی تیم اللہ بن ثعلبۃ وھو من رھط حمزۃ الزیات وکان خزازا یبیع الخز وکان جدہ من اھل کابل اوبابل مملوکا لبنی تیم فاعتقہ، وقال اسماعیل بن حماد بن ابی حنیفۃ نحن من ابناء فارس من الاحرار ما وقع علینا رق ولد جدی سنۃ

۵۱؎ معیار الحق صفحہ ...

ثمانین و ذهب بہ[۱] الی علی وھو صغیر فدعا لہ بالبرکۃ فیہ وفی ذریتہ ومات ببغداد

---

[۱] واضح رہے کہ مجمع البحار کا اصل ماخذ جامع الاصول ہے۔ جامع الاصول میں قاضی اسماعیل بن حماد بن ابی حنیفہ کے جو الفاظ منقول ہیں وہ یہ ہیں :-

انا اسمٰعیل بن حماد بن النعمان بن ثابت بن النعمان بن المرزبان من ابناء فارس من الاحرار واللہ ما وقع علینا رق قط ولد جدی فی سنۃ ثمانین وذھب ثابت الی علی بن ابی طالب وھو صغیر فدعا لہ بالبرکۃ فیہ وفی ذریتہ ونحن نرجو ان یکون اللہ قد استجاب ذلک لعلی رضؓ فینا۔	میں اسماعیل بن حماد بن نعمان بن ثابت بن نعمان بن مرزبان ہوں ہم اہل فارس کے آزاد خاندان سے ہیں۔ خدا کی قسم ہم کبھی غلام نہیں رہے۔ میرے دادا (امام ابو حنیفہؒ) ۸۰ھ میں پیدا ہوئے اور (ان کے والد) ثابت صغر سنی میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ حضرت علیؓ نے ان کے اور ان کی اولاد کے لیے برکت کی دعا فرمائی تھی۔ ہمیں امید ہے کہ حق تعالیٰ شانہ، نے ہمارے حق میں حضرت علیؓ کی دعا قبول فرمالی ہے۔

علامہ محمد طاہر پٹنی نے اس عبارت کی جب تلخیص کی تو ذھب ثابت کی بجائے ذھب بہ نقل کیا۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان کے اصل نسخہ منقول عنہ ہی پر غلطی ہو۔ میاں صاحب کو یہاں سے نکتہ ہاتھ لگا موصوف کی طبع نازک پر یہ بھی گراں ہے کہ امام صاحب کو آزاد نسل سے شمار کیا جائے۔ ان کا جی چاہتا ہے کہ جس طرح بھی ممکن ہو امام عالی مقام کی نسل پر غلامی کا داغ لگ جائے تو اچھا ہے۔ چنانچہ مجمع البحار کی مذکورہ بالا عبارت نقل کرنے کے بعد میاں صاحب نے یہ نکتہ آفرینی فرمائی ہے۔

اقول نقل الشیخ مقولۃ اسمٰعیل بن حماد بن ابی حنیفۃ تعریض علیہ وتنبیہ علی کذبہ بناء علی التحقیق فانہ مقولۃ متضمنۃ علی حریۃ اصلہ والمحقق الرق کما صرح بہ الشیخ انفا والحافظ ابن حجر	میں کہتا ہوں۔ شیخ ابن طاہر نے اسماعیل بن حماد بن ابی حنیفہؒ کا جو یہ قول نقل کیا ہے وہ بطور تعریض ہے تاکہ ان کے جھوٹ پر تنبیہ ہو اور تعریض مبنی بر تحقیق ہے۔ اسماعیل کا بیان اس امر پر متضمن ہے کہ وہ اپنے خاندان کے اعتبار سے آزاد تھے۔ حالانکہ تحقیق یہ ہے کہ وہ غلام تھے جیسا کہ شیخ ابن طاہر

(بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

سنۃ خمسین ومائۃ علی الاصح وکان فی ایامہ اربعۃ من الصحابۃ انس بن مالک

(حاشیہ از صفحہ گزشتہ)

فی التقریب والامام النووی فی التھذیب و العلامۃ ابن خلکان فی وفیات الاعیان وغیرھم ۔

ومشتملۃ علی ان الامام اباحنیفۃ جد اسمعیل ذھب بہ الی علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فدعالہ بالبرکۃ وھو خلاف التحقیق عند ھؤلاء الاربعۃ وغیرھم ، بل کافۃ المسلمین بل ھو لم یقل بہ احد من الجھلاء فما ظنک بالعلماء ، لان علیاً مات قبل ولادۃ الامام باربعین سنۃ کما صرح بہ العسقلانی فی التقریب وغیرھم ۔ فافھم ۔

لا یتوھم ان مراد اسمٰعیل من الجد الذی ذھب بہ الی علی یحتمل ان یکون جداً اعلیٰ لان اسمٰعیل یعنی بالجد الجد الذی مات ببغداد سنۃ خمسین ومائۃ کما یدل علیہ کلامہ

ابھی تصریح کرچکے ہیں عــہ ۔ اور اسی طرح حافظ ابن حجر نے تقریب میں اور امام نووی نے تہذیب میں اور علامہ ابن خلکان نے وفیات الاعیان میں اور دیگر علماء نے بھی تصریح کی ہے ۔

نیز اسماعیل کا بیان اس امر پر مشتمل ہے کہ ان کے دادا امام ابوحنیفہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لے جایا گیا تھا اور حضرت علیؓ نے ان ہی کے لیے برکت کی دعائی تھی ۔ یہ بات نہ صرف مذکورہ چاروں علماء بلکہ تمام مسلمانوں کے نزدیک خلاف تحقیق ہے بلکہ یہ ایسی بات ہے کہ کوئی جاہل بھی نہیں کہہ سکتا کجا کہ کوئی عالم ایسی بات زبان سے نکالے اس لیے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا امام صاحب کی ولادت سے چالیس سال قبل انتقال ہوچکا ہے جیسا کہ عسقلانی نے تقریب میں اور دیگر علماء نے تصریح کی ہے ۔ یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے ۔

کسی کو یہ وہم نہ ہو کہ اسماعیل کی مراد ان جد سے جن کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کیا گیا تھا جد اعلیٰ ہے ۔ اسماعیل نے جد سے اسی جد کو مراد لیا جن کا انتقال ۱۵۰ھ میں بغداد میں ہوا ہے ۔ چنانچہ ان کے کلام سے یہی پتہ چلتا ہے

(بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

عــہ قاضی اسماعیل کا بیان علامہ محمد طاہر نے میاں صاحب جیسے خوش فہم حضرات کے مغالطہ دور کرنے ہی کے لیے نقل کیا تھا کہ اہل خاندان کی تصریح ہوتے دوسروں کی باتوں کا کیا اعتبار ۔ مگر میاں صاحب نے اس کو اُلٹا سمجھا ۔ اس کا کیا علاج ؟

وعبداللہ بن ابی اوفیٰ وسہل بن سعد وابو الطفیل ... ولم یلق احدا منہم ولا

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)

وھو لیس الا ابا حنیفۃ ۔ (معیار الحق صفحہ ۶۰۔۷) اور وہ ابو حنیفہؒ کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔

یہاں حضرت میاں صاحب کی جرأت کا یہ عالم ہے کہ وہ امام اعظمؒ کے پوتے اسماعیل بن حماد بن ابی حنیفہ کو کذب سے متہم کر رہے ہیں حالانکہ تاریخ و رجال کی کسی کتاب میں ان پر کذب کا اتہام نہیں لگایا گیا ہے اور یہ جو جرح ہے وہ کذب یا سوء حفظ کی بنا پر نہیں بلکہ اختلافِ عقیدہ کی بناء پر ہے۔ یہ تہمت میاں صاحب کی طبع زاد ہے۔

نبیرۂ امام اعظمؒ قاضی اسماعیل بن حماد بن ابی حنیفہ کا یہ بیان تاریخ کی تمام کتابوں میں اسی طرح مذکور ہے جس طرح ہم نے جامع الاصول کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد میں اس کو بسندِ متصل قاضی اسماعیل سے نقل کیا ہے۔ حافظ ابن حجر کی تہذیب التہذیب، امام نووی کی تہذیب الاسماء واللغات، علامہ ابن خلکان کی وفیات الاعیان، تینوں کتابوں میں قاضی اسماعیل کا یہ بیان موجود ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حضرت ثابت، امام صاحب کے والد، تشریف لے گئے تھے۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے اور ان کی اولاد کے حق میں دعائے خیر فرمائی تھی۔

تہذیب التہذیب تو بیشک میاں صاحب نے نہیں دیکھی مگر نووی کی تہذیب الاسماء اور ابن خلکان کی تاریخ تو ان کے پیش نظر رہے، تعجب ہے کہ تاریخ ابن خلکان اور تہذیب الاسماء کو پڑھ کر بھی میاں صاحب پر یہ بات واضح نہ ہو سکی کہ مجمع البحار میں نقل شدہ عبارت میں سہو ہو گیا اور ذھب ثابت کے بجائے ذھب بہ لکھ دیا گیا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ غلطی مجمع البحار کے مصنف کی نہ ہو بلکہ ناسخ کی ہو۔ تقریب ابن حجر، تہذیب الاسماء نووی، تاریخ ابن خلکان ان میں سے کسی ایک کتاب میں بھی امام صاحب کی رقیت کو محقق نہیں بتایا گیا۔ اور مجمع البحار کی عبارت تو ناظرین کے سامنے ہی ہے۔ البتہ ان کتابوں میں امام صاحب کے نسب کے بارے میں اختلاف مذکور ہے لیکن امام صاحب کے نسب کو خود امام صاحب اور ان کے اہلِ خاندان جتنا جانتے ہیں کوئی دوسرا کیا جانے۔ قاضی اسماعیل کا بیان نقل کیا جا چکا ہے، اب امام اعظم رحمہ اللہ کا بیان ملاحظہ ہو:۔

قاضی وکیع محمد بن خلف بن حیان المتوفی ۳۰۶ھ لکھتے ہیں: (بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ)

اخذ عنه. واصحابه يقولون انه لقي جماعة من الصحابة وروى عنهم ولا يثبت ذلك عند اهل النقل" (معیار الحق صفحہ ۶)

یہ صحیح ہے کہ مجمع البحار میں یہ عبارت موجود ہے لیکن اس کے ساتھ سابقہ دارقطنی کی مذکورہ بالا تصریح بھی موجود تھی۔ فرق صرف اتنا ہے کہ تذکرۃ الموضوعات میں اسی صفحہ پر یہ عبارت ہے، اور مجمع البحار میں دوسرے مقام پر۔ چنانچہ مجمع البحار کی عبارت درج ذیل ہے:

وعن ابی حنيفة قال حججت مع ابی ولی ست عشرة سنة فمررنا بحلقة فيه عبد الله بن جزء فسمعته منه سمعت النبی ﷺ "من تفقه فی دين الله كفاه الله همه ورزقه من حيث لا يحتسب" هو كذب فابن جزء مات بمصر ولابی حنيفة ستة سنين. الدار قطنی

امام ابوحنیفہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے سولہ سال کی عمر میں اپنے والد کے ساتھ حج کیا۔ ہمارا گزر ایک ایسے حلقہ پر ہوا جس میں حضرت عبداللہ بن جزء رضی اللہ عنہ تشریف فرما تھے۔ میں نے ان سے یہ حدیث سنی کہ "جس نے اللہ کے دین میں تفقہ پیدا کر لیا اللہ تمام غموں کے مقابلہ میں اس کے لیے کافی ہوگا اور اس کو اس طرح سے رزق دے گا کہ اس کے وہم و گمان میں بھی نہ ہوگا" یہ بات درست نہیں اس لیے

(حاشیہ صفحہ گزشتہ)

اخبرنی عبد الله بن عمر بن ابی سعيد قال حدثنی ابراهيم بن المنذر الحزامی قال ابو عبد الرحمن المقرئ عبد الله بن يزيد قال لی ابو حنيفة ممن انت قلت من اهل خوزستان قال فما عليك ان تجیء الی حی هذا العرب فكنت رجلا من اهل الارض فانضممت الی هذا الحی من بكر بن وائل فوجدتهم قوم صدق

ابوعبدالرحمٰن المقری عبداللہ بن یزید کا بیان ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے مجھ سے میری اصل کے بارے میں استفسار کیا۔ میں نے عرض کیا میں خوزستان کا باشندہ ہوں۔ اس پر امام صاحب نے کہا تم عرب کے کسی قبیلہ کی طرف کیوں منسوب نہیں ہو جاتے۔ میں بھی اسی زمین کا باشندہ ہوں میں نے بکر بن وائل کے قبیلہ سے اپنا الحاق کر لیا اور اس قوم کو کھرا پایا۔

معلوم ہوا کہ امام صاحب کا تعلق بنو بکر بن وائل سے ولاء موالات کا تھا یعنی ان سے دوستی کا عہد و پیمان تھا۔ غلامی کا تعلق نہ تھا۔ مولی کے معنی اسی عرب میں حلیف کے بھی آتے ہیں۔ میاں صاحب اسی پر خوش ہیں کہ مولی کے معنی غلام کے ہیں۔

* کذا فی الصحیح المقری۔ ** کذا فی الاصل والصحیح "خوزستان"۔ سنہ اخبار القضاۃ صفحہ ۱۹۷ جلد ۲ طبع مطبع السعادۃ مصر ۱۳۶۶ھ

لم یلق ابو حنیفۃ احدا من الصحابۃ انما رأی انسا رضی بعینہ و لم یسمع منہ۔ ویتم فی آخر الخاتمۃ۔ ؎۵

کہ ابن جزء رضی اللہ عنہ کا مصر میں اس وقت انتقال ہوا ہے جبکہ امام صاحب کی عمر چھ سال تھی۔ دارقطنی کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ نے کسی صحابی سے ملاقات نہیں کی۔ البتہ انھوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے مگر ان سے کوئی حدیث نہیں سنی۔ پوری بحث خاتمہ کے آخر میں آ رہی ہے۔

محدث محمد طاہر پٹنی تذکرۃ الموضوعات اور مجمع البحار دونوں کتابوں میں دارقطنی کا یہ قول امام سیوطی کی مشہور کتاب "ذیل اللالی المصنوعہ" سے نقل کرتے ہیں۔ "ذیل اللالی" عرصہ ہوا مطبع علوی لکھنؤ سے شائع ہو چکی ہے۔ ہم نے اصل کتاب سے مراجعت کی، اس کے صفحہ ۴۳ پر دارقطنی کی یہ تصریح موجود ہے۔

یہ بھی واضح رہے کہ محدث محمد طاہر پٹنی کی اس باب میں اپنی کوئی تحقیق نہیں ہے۔ وہ روایت اور رؤیت دونوں کے بارے میں دوسروں سے ناقل ہیں۔ دارقطنی کا یہ قول کہ "امام صاحب نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی زیارت کی تھی"، امام سیوطی کے حوالے سے نقل کرتے ہیں اور یہ بات کہ صحابہ سے ان کو حدیث کی روایت نہیں جامع الاصول سے نقل کر رہے ہیں۔ لطف کی بات یہ ہے کہ امام سیوطی اور صاحب جامع الاصول علامہ مجد ابن الاثیر دونوں ہی امام صاحب کی تابعیت کے قائل ہیں چنانچہ علامہ سیوطی نے تبییض الصحیفہ فی مناقب الامام ابوحنیفہ میں ایک مستقل عنوان قائم کیا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

ذکر من ادرک من الصحابۃ رضی اللہ عنہم — یعنی ان صحابہ کا ذکر جن کو امام ابوحنیفہ نے پایا ہے۔

اور اس عنوان کے تحت امام ابو معشر عبدالکریم بن عبدالصمد طبری مقری الشافعی کا وہ پورا جزء نقل کر دیا ہے جو صحابہ سے امام صاحب کی روایت کے اثبات پر مشتمل ہے اور پھر اسی عنوان کے تحت امام صاحب کی تابعیت کے ثبوت میں شیخ ولی الدین عراقی اور حافظ ابن حجر عسقلانی کے فتاویٰ

؎۵ مجمع البحار صفحہ ۵۱۵ جلد ۲ طبع نول کشور ۱۲۸۳ھ

نقل کیے ہیں۔ ؎۵۱

اور حافظ ابن الاثیر نے جامع الاصول میں الفرع الثانی فی التابعین کے زیرعنوان ہی امام صاحب کا تذکرہ کیا ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ امام صاحب کی تابعیت کا اثبات کرتے ہیں۔

اب ناظرین خود فیصلہ فرمالیں کہ جب محدث مجد ابن الاثیر جزری اور علامہ جلال الدین السیوطی خود امام صاحب کو تابعی مانتے ہیں تو علامہ محمد طاہر پٹنی کو ان کی تحقیق سے کس طرح انکار ہوسکتا ہے۔

۲۔ ۳۔ ۴۔ میاں صاحب فرماتے ہیں :

"اور ملا علی قاری نے بیچ شرح شرح نخبۃ الفکر کے لکھا ہے علامہ سخاوی صاحب مقاصد الحسنہ سے کہ قول معتمد اور صحیح یہی ہے کہ امام ابوحنیفہ کو کسی صحابی سے روایت کرنی ثابت نہیں۔ اور ایسا ہی ذکر کیا علامہ محمد اکرم حنفی نے بیچ حاشیہ نخبۃ الفکر کے علامہ سخاوی سے " ؎۵۲

بلاشبہ یہ دونوں حوالے صحیح ہیں۔ یہ بھی درست ہے کہ علامہ سخاوی کے نزدیک قول معتمد یہی ہے کہ امام صاحب کی روایت کسی صحابی سے ثابت نہیں۔ لیکن اس سے میاں صاحب کا اصل مدعا جو امام صاحب کے تابعی ہونے کی نفی ہے کب ثابت ہوا۔ محدث سخاوی کی جس کتاب سے ملا علی قاری اور علامہ محمد اکرم حنفی سندھی نے قول مذکور نقل کیا ہے اس میں خود امام صاحبؒ کے تابعی ہونے کی صراحت موجود ہے۔ چنانچہ ہم سابق میں ان کے یہ الفاظ نقل کرچکے ہیں کہ

احد من عد من التابعین الخ

یعنی امام ابوحنیفہؒ بھی ان حضرات میں سے ہیں جن کا شمار تابعین میں کیا جاتا ہے۔

اور جب علامہ سخاوی نے امام کے تابعی ہونے کی صاف الفاظ میں تصریح کردی تو اب اس سے انکار کی کیا گنجائش رہی۔ پھر میاں صاحب کا یہ طرزِ عمل بھی خوب ہے کہ "عالی اور نازل" کی بحث میں تو انھوں نے ملا علی قاری حنفی اور علامہ محمد اکرم حنفی کی شرح شرح نخبہ کو ملاحظہ فرمالیا لیکن ان دونوں حضرات نے تابعی کی بحث میں جو کچھ ارقام فرمایا ہے اس سے بالکل صرف نظر فرمایا،

؎۵۱ ملاحظہ ہو تبییض الصحیفہ صفحہ ۱۳۱ ؎۵۲ معیار الحق صفحہ ۶

محدث ملا علی قاری تابعی کی تعریف پر بحث کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

التابعی ھو من لقی الصحابی ھذا ھو المختار قال العراقی وعلیہ عمل الاکثرین وقد اشار النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی الصحابی والتابعی بقولہ "طوبی لمن رآنی ولمن رای من رآنی" فاکتفی بمجرد الرؤیۃ قلت وبہ یندرج الامام الاعظم فی سلک التابعین فانہ قد رای انساً رض وغیرہ من الصحابۃ علی ماذکرہ الشیخ الجزری فی اسماء رجال القراء والتوربشتی فی تحفۃ المسترشد و صاحب کشف الکشاف فی سورۃ المؤمنین و صاحب مرآۃ الجنان وغیرھم من العلماء المتبحرین فمن نفی انہ تابعی فاما من التتبع القاصر او التعصب الفاتر۔[3]

"تابعی" وہ شخص ہے جس نے کسی صحابی سے ملاقات کی ہو۔ تابعی کی یہی تعریف پسندیدہ ہے۔ عراقی نے کہا ہے اسی پر اکثر حضرات کا عمل ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابی اور تابعی کی طرف اپنے اس فرمان کے ذریعے اشارہ فرمایا ہے کہ "خوبی ہے اس شخص کے لیے جس نے مجھے دیکھا اور میرے دیکھنے والے کو دیکھا۔" اس حدیث میں بھی مجرد رؤیت پر اکتفا کیا گیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اسی بنیاد پر امام اعظمؒ تابعین کی صف میں داخل ہو جاتے ہیں کیونکہ بلاشبہ انھوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کو دیکھا ہے جیسا کہ شیخ جزری[1] "اسماء رجال القراء" میں اور توربشتی "تحفۃ المسترشد" میں اور صاحب کشف الکشاف "سورۃ المؤمنین" میں نیز صاحب "مرآۃ الجنان"[2] اور دوسرے متبحر علماء بیان کر چکے ہیں۔ اب جو تابعیت امام کا انکار کرے گا وہ یا تو تتبع کی کمی کے سبب کرے گا یا تعصب کے فتور کے باعث۔

ملا علی قاری کی اس عبارت کو علامہ محمد اکرم سندھی نے بھی امعان النظر میں نقل کرکے اس پر

---

[1] امام جزری کی یہ کتاب جس کا نام غایۃ النہایۃ فی طبقات القراء ہے ۱۳۵۲ھ میں مصر کے مطبعۃ السعادۃ سے طبع ہوکر شائع ہو چکی ہے۔ اس میں امام ابوحنیفہؒ رحمہ اللہ کے ترجمہ میں صاف تصریح ہے رای انس بن مالکؓ۔ (جلد ۲ صفحہ ۳۴۲)

[2] مرآۃ الجنان کی عبارت تو خود میاں صاحب نے معیار الحق (صفحہ ۱۰) میں نقل فرمائی ہے جس میں امام صاحبؒ کے بارے میں رای انساً رض کے الفاظ موجود ہیں، مگر پھر بھی امام صاحبؒ کو تابعی ماننے کے لیے کسی طرح بھی تیار نہیں۔

[3] اقامۃ الحجۃ علی ان الاکثار فی التعبد لیس ببدعۃ صفحہ ۱۸ و ۱۹ طبع مطبع یوسفی لکھنؤ ۱۳۳۷ھ

مہر تصدیق ثبت کردی ہے۔ چنانچہ فاضل لکھنوی مولانا عبدالحیؒ اقامۃ الحجہ میں تحریر فرماتے ہیں:

وقد نقلہ عنہ محمد اکرم بن عبد الرحمن فی امعان النظر فی توضیح نخبۃ الفکر واقرہ۔[1]	اور ملا علی قاری سے اس بات کو محمد اکرم بن عبد الرحمن نے امعان النظر فی توضیح نخبۃ الفکر میں نقل کرکے اس کو برقرار رکھا ہے۔

ہم میاں صاحب کے بارے میں کچھ نہیں کہتے لیکن میاں صاحب ہی کے معتمد علیہ بزرگ ملا علی قاری نے خود ہی فرما دیا ہے کہ امام صاحب کے تابعی ہونے کی نفی کرنا یا تو تتبع کی کمی کا نتیجہ ہے یا تعصب کا فتور۔

۵۔ میاں صاحب نے ابن خلکان کی عبارت میں بھی یہی تصرف فرماکر اس سے اپنا مطلب نکالا ہے۔ ابن خلکان کی اصل عبارت درج ذیل ہے، ناظرین خود اندازہ نکالیں کہ حضرت میاں صاحب نے کیا نقل کیا اور کیا چھوڑا۔

"وادرک ابوحنیفۃ اربعۃ من الصحابۃ رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ وھم انس بن مالک وعبد اللہ بن ابی اوفی بالکوفۃ وسھل بن سعد الساعدی بالمدینۃ وابو الطفیل عامر بن واثلۃ بمکۃ ولم یلق احدا منھم ولا اخذ عنہ۔ واصحابہ یقولون لقی جماعۃ من الصحابۃ وروی عنھم ولم یثبت ذلک عند اھل النقل وذکر الخطیب فی تاریخ بغداد انہ رای انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔"[2]

حضرت میاں صاحب نے خط کشیدہ الفاظ چھوڑ کر انتہیٰ فرما دیا اور یہ لکھ دیا کہ "قاضی شمس الدین ابن خلکان نے بھی ایسا ہی افادہ فرمایا ہے"۔ حالانکہ ابن خلکان نے خطیب کا حوالہ اسی غرض سے دیا ہے کہ ان کے نزدیک حضرت انسؓ کی رؤیت کا انکار صحیح نہیں۔

۶۔ امام نووی سے نقل میں بھی میاں صاحب کی یہی روش ہے کہ خطیب بغدادی کی تاریخ بغداد کے حوالہ سے امام نووی نے جو یہ نقل کیا تھا کہ امام صاحب نے حضرت انسؓ کو دیکھا ہے اس کو حذف کر دیا۔ چنانچہ تہذیب الاسماء کی پوری عبارت حسب ذیل ہے۔ خط کشیدہ الفاظ جناب میاں صاحب نے حذف کر دیئے ہیں:

---

[1] صفحہ ۱۹ [2] وفیات الاعیان تذکرہ نعمان بن ثابت صفحہ ۱۶۳ جلد ۲ طبع مطبع میمنیہ مصر ۱۳۱۰ھ

قال الشیخ ابو اسحاق فی الطبقات : هو النعمان بن ثابت بن زوطی بن ماه مولی تیم اللہ بن ثعلبۃ ۔ ولد سنۃ ثمانین من الھجرۃ وتوفی ببغداد سنۃ خمسین ومائۃ وھو ابن سبعین سنۃ ۔ اخذ الفقہ من حماد بن ابی سلیمان وکان فی زمنہ اربعۃ من الصحابۃ انس بن مالک وعبداللہ بن ابی اوفی وسھل بن سعد وابو الطفیل ولم یاخذ عن احد منھم

وقال الخطیب البغدادی فی التاریخ : ھو ابو حنیفۃ التیمی امام اصحاب الرای وفقیہ اھل العراق رای انس بن مالک ۔[۵۱] (معیار الحق صفحہ ۶)

مزید لطف یہ ہے کہ جو عبارت میاں صاحب نے اپنے دعوے کے ثبوت میں پیش کی ہے اس میں کہیں بھی یہ تصریح نہیں کہ امام صاحب نے ان صحابہ کو دیکھا نہیں تھا بلکہ اس میں جو کچھ مذکور ہے وہ صرف یہ ہے کہ " امام صاحب نے ان میں سے کسی سے روایت نہیں کی "۔

افسوس ہے کہ باایں ہمہ جوش ادعا میاں صاحب موصوف امام صاحب کی تابعیت کی نفی میں ایک بھی قول کسی ایسے شخص کا پیش نہ کر سکے جو ان کے نزدیک اہلِ نقل میں سے ہو ۔ بات یہ ہے کہ میاں صاحب نے ابن خلکان وغیرہ کی اس عبارت سے کہ ولم یلق واحدا منھم ولا اخذ عنھم یہ مطلب نکالا ہے کہ یہ حضرات تابعیت کے منکر ہیں ۔ حالانکہ ان لوگوں نے لقاء اور روایت کا انکار کیا ہے نہ کہ تابعیت کا ۔ اور یہ ہم ابتدا میں واضح کر چکے ہیں کہ تابعیت کے لیے ملاقات اور صحبت ضروری نہیں بلکہ صرف ایک دوسرے کو دیکھ لینا ہی کافی ہے ۔ لہذا ان کے اقوال سے تابعیت کی تردید

توجیہ القول بما لا یرضی بہ قائلہ

کا مصداق ہوگی ۔ بلکہ ان حضرات نے تو اس امر کی صاف لفظوں میں تصریح کی ہے کہ امام اعظم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے دیدار سے اپنی آنکھیں روشن کی تھیں ۔

اور یہی مغالطہ جناب میاں صاحب کو حافظ ابن حجر کی تقریب التہذیب کی عبارت کے سمجھنے میں لگا ہے ۔ چنانچہ انھوں نے امام صاحب کے تابعی نہ ہونے کی ایک دلیل یہ بھی دی

---

[۵۱] تہذیب الاسماء صفحہ ۲۱۶ جلد ۲ طبع ادارہ طباعۃ منیریہ مصر

ہے کہ حافظ صاحب نے امام اعظمؒ کو چھٹے طبقے میں شمار کیا ہے اور چھٹا طبقہ ان لوگوں کا ہے جن کی کسی صحابی سے ملاقات نہیں ہوئی، لہذا آپ تابعی نہیں بلکہ تبع تابعی ہوئے[1] - یہاں بھی موصوف کو وہی غلطی لگی کہ لقاء کی نفی سے رؤیت کی نفی سمجھ گئے - میاں صاحب اگر حافظ صاحب کے مقدمہ تقریب کی عبارت کا بغور مطالعہ کرتے تو ان کو واضح ہوجاتا کہ تبع تابعین کا طبقہ خود حافظ صاحب کی تصریح کے مطابق چھٹا نہیں بلکہ ساتواں ہے چنانچہ ابن جریج جن کو حافظ صاحب نے بطور مثال پیش کیا ہے ان کے بارے میں سابق میں حافظ صاحب ہی کے استاذ حافظ زین الدین عراقی کی یہ تصریح گزر چکی ہے کہ "عمرو بن شعیب سے جن مشاہیر تابعین نے روایت کی ہے، ان میں عبد الملک بن عبد العزیز بن جریج بھی ہیں۔"

خود تقریب التہذیب کے مقدمہ میں طبقات کی تفصیل حافظ صاحب نے حسب ذیل الفاظ میں بیان کی ہے، فرماتے ہیں :

واما الطبقات فالاولی الصحابۃ علی اختلاف مراتبھم وتمییز من لیس منھم الا مجرد الرؤیۃ من غیرہ الثانیۃ طبقۃ کبار التابعین کابن المسیب فان کان مخضرما صرحت بذلک الثالثۃ طبقۃ الوسطی من التابعین کالحسن وابن سیرین الرابعۃ طبقۃ تلیھا جل روایاتھم عن کبار	اور طبقات میں پہلا طبقہ صحابہ کا ہے جن کے اختلاف مراتب کو بھی بیان کیا ہے اور ان میں ان کو بھی جداگانہ طور پر بتلادیا ہے کہ جن کو صرف رؤیت حاصل تھی - دوسرا طبقہ کبار تابعین کا ہے جیسے کہ ابن المسیب - اور اگر اس طبقہ میں کوئی مخضرم تھا تو میں نے اس کی بھی تصریح کردی ہے - تیسرا طبقہ تابعین کا درمیانی طبقہ ہے - جیسے حسن اور ابن سیرین ہیں - چوتھا طبقہ ان کے بعد والوں کا ہے جن کی اکثر وبیشتر روایات کبار تابعین

---

[1] چنانچہ میاں صاحب فرماتے ہیں :

"اور حافظ الحدیث ابن حجر عسقلانی تقریب التہذیب میں فرماتے ہیں : النعمان بن ثابت ابوحنیفۃ الامام یقال اصلہ من فارس، ویقال مولی بنی تیم فقیہ مشہور من السادسۃ (انتہی) اقول حافظ ابن حجر نے امام کو چھٹے طبقہ میں شمار کیا ہے اور چھٹا طبقہ ان لوگوں کا ہے جن کی کسی صحابی سے ملاقات نہیں ہوئی۔ چنانچہ خود ابن حجر مقدمۃ الکتاب میں فرماتے ہیں : السادسۃ طبقۃ عاصروا الخامسۃ لکن لم یثبت لھم لقاء احد من الصحابۃ کابن جریج (انتہی)"
(معیار الحق صفحہ ۷)

التابعین کالزھری وقتادۃ الخامسۃ الطبقۃ	سے ہیں جیسے زہری اور قتادہ ہیں۔ پانچواں طبقہ تابعین کا طبقۂ صغری
الصغری من الذین رأوا الواحد والاثنین ولم	ہے جنھوں نے ایک یا دو صحابہ کو دیکھا تھا اور ان میں سے بعض کا
یثبت لبعضھم السماع من الصحابۃ کالاعمش،	صحابہ سے سماع ثابت نہیں ہے جیسے اعمش ہیں۔ چھٹا طبقہ ان لوگوں
السادسۃ طبقۃ عاصروا الخامسۃ لکن لم یثبت	کا ہے جو پانچویں طبقے والوں کے ہم عصر تو ہیں لیکن ان کی کسی صحابی
لھم لقاء احد من الصحابۃ کابن جریج السابعۃ	سے ملاقات ثابت نہیں ہے جیسے ابن جریج ۔ ساتواں طبقہ کبار
طبقۃ کبار اتباع التابعین کمالک والثوری۔	تبع تابعین کا ہے جیسے کہ مالک اور ثوری ہیں۔

جائے غور ہے کہ جب کبار تبع تابعین کا پہلا طبقہ ساتواں ہے نہ کہ چھٹا تو پھر میاں صاحب نے حافظ ابن حجر کے امام صاحب کو چھٹے طبقہ میں ذکر کرنے کی بنا پر ان کو تبع تابعین میں کیسے شمار کر لیا باوجودیکہ حافظ ابن حجر کا فتویٰ اور تہذیب کی عبارت دونوں واشگاف طور پر امام صاحبؒ کی تابعیت کا اعلان کر رہے ہیں جو تہذیب التہذیب تو میاں صاحب کی نظر سے نہیں گزری لیکن حافظ ابن حجر عسقلانی کا فتویٰ تو محقق شامی اور علامہ طحطاوی دونوں نے نقل کیا ہے اور شامی کی ردالمحتار اور طحطاوی کی شرح الدرالمختار دونوں کتابیں میاں صاحب کے پیش نظر ہیں اور وہ اس بحث میں ان دونوں کتابوں سے معیارالحق میں برابر حوالے دیتے چلے جاتے ہیں۔ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ میاں صاحب کے اس طرز عمل کی کیا توجیہ کی جائے جبکہ دوسروں سے ذرا چوک ہو جائے تو میاں کو فوراً یہ شعر یاد آجاتے ہیں ؎

آنانکہ چشم بر گل تحقیق وا کنند — از ہر چہ فہم رنگ نگیرد حیا کنند
دریجئے کہ غیر خموشی علاج نیست — بر ہرزہ است تکیہ بچون و چرا کنند

معیار الحق میں جن چند علماء کے بیانات سے میاں صاحب نے اپنے دعوے کے ثبوت میں کچھ کام لیا ہے وہ یہی ہیں ورنہ بقیہ جتنے علماء کے حوالے ذکر کیے ہیں ان سے امام صاحبؒ کی صحابہ سے روایت کرنے کی نفی تو معلوم ہوتی ہے تابعیت کی نفی ثابت نہیں ہوتی اور ان حوالوں میں بھی کہیں صراحت کے ساتھ یہ مذکور نہیں کہ امام صاحبؒ تابعی نہ تھے۔ اتنے کمزور دلائل پیش کرنے کے بعد یہ دعویٰ کرنا کہ امام صاحبؒ کی تابعیت پر علماء نقل متفق نہیں میاں صاحب جیسے بزرگ کے ہرگز شایان شان نہیں ہے۔ اور اگر بالفرض یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ کسی عالم نے امام اعظم کے تابعی ہونے سے انکار کیا ہے تو اس کے انکار کی اتنے سارے دیگر اکابر محدثین و علماء نقل کے سامنے کیا حیثیت ہے۔ تحقیق حق کا یہ خوب معیار ہے کہ سرے سے حقائق کو ماننے ہی سے انکار کر دیا جائے۔

(مسلسل)